کرنل محمد خان بطور سماجی مبصر

ڈاکٹر محمد اعجاز تبسم

Dr. Muhammad Ijaz Tabassam

Assistant Professor, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

ظلِ ہُما

Zill-e-Huma

M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Col. Muhammad Khan is famous humorous writer, four books are on his credit. (بجنگ آمد ۱۹۶۶ء، بسلامت روی ۱۹۷۵ء، بزم آرائیاں ۱۹۸۰ء، بدیسی مزاح ۱۹۸۸ء) *. He knows well the proper utilization of poetics and literary terminology. The character of his writings has deep social awareness. Col. Muhammad Khan brought to light the social abnormalities injustice and other cultural issues of the subcontinent. He has good skill to make the domestic and prominent affairs the part of literature successfully. He has very sharp but soft technique to stire on the society day to day, current affairs that provided the source of pleasant happiness and worth memorable. He explain the life sketch of upper class of the society, with wonderful dictions. In his writings he also depicted the psychology of a human being's cultural life like paintings displayed on the wall of drawing room to create fun humorous which simplicity of his expertise sincerity of the heart is the basic source of his writings. The decline of civilization, social justice are main source of his creative writings. This is why his writings are thickly related to the common people of the society, directly effects the heart of very common*

society. In this essay the above mentioned qualities will be discussed in detail to understand the literary contribution of Col. Muhammad Khan.

اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت قدیم ہے۔ دکنی عہد ہو، دہلوی عہد یا لکھنوی عہد، اس کا بتدریج ارتقا جاری رہا۔ ہمیں اس کے عمدہ نمونے میر جعفر زٹلی (۱)، مرزا محمد رفیع سودا (۲)، نظیرا کبرآبادی (۳) اور دیگر نظم گو اور نثر نگاروں (۴) کے ہاں ملتے ہیں۔ جس سے زیر لب تبسم، فلک شگاف قہقہوں میں تبدیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ علاقائی ادب ان کوہستانی آبشاروں کی مانند ہوتا ہے جس کے سنگم سے متنوع ادب کی لہریں جوار بھاٹا کی کیفیت میں ایک پر شور اور مترنم ندی کا روپ دھار لیتی ہیں، پھر اس سیل بلا کے سامنے بند باندھنا محال ہو جاتا ہے۔ دریائے جہلم سے ملحقہ وادی چکوال بھی دل فریب بہتے جھرنوں کی سرزمین ہے جس کے دل کش فطری نظارے جہاں انسان کے دل و دماغ کو اپنے طلسم میں جکڑ لیتے ہیں، وہاں اس سنگلاخ و سرسبز و شاداب وادی میں ادب کے کئی ایسے چشمے پھوٹے جنھوں نے اس کے مرکزی دھارے میں شامل ہو کر اس کے بہاؤ کی رفتار کو مزید تیز کر دیا۔ ان میں سید ضمیر جعفری اور کرنل محمد خان انتہائی خصوصیت کے حامل ہیں۔ کرنل محمد خان کا شمار ان معدودے چند نثر نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی منفرد تخلیقات کے ذریعے سے قارئین ادب سے داد و تحسین وصول کی۔

افواج برصغیر میں میجر چراغ حسن حسرت کے بعد اگر کوئی مستند مزاح نگار کی حیثیت سے نام سامنے آتا ہے تو وہ سید ضمیر جعفری کا ہے بلکہ انھیں امام ظرافت کہنا چاہیے جنھوں نے بہ یک وقت شاعری اور نثر کو اپنے سینے سے لگایا اور شاعری میں دوسروں پر سبقت لے گئے، نثر میں یہ کام شفیق الرحمٰن کا ہے جنھوں نے ''برساتی'' اور ''دجلہ'' جیسی دو عظیم تخلیقات اردو ادب کی جھولی میں ڈال دیں۔ کرنل محمد خان ان تینوں قد آور شخصیات کے بعد آتے ہیں۔ مصنف ارباب سیف و قلم نے برصغیر کی جدید عسکری تاریخ میں چراغ حسن حسرت کے بعد مزاح اور ادب لطیف میں امامت کا سہرا ضمیر جعفری کے سر باندھا ہے۔ اس کے بعد شفیق الرحمٰن اور کرنل محمد خان کو اپنی ادبی صلاحیتوں کی بنا پر یہ بلند پایہ مقام حاصل ہے۔ (۵)

ادب کے صاحب طرز ادیب (۶) اور معروف مزاح نگار کرنل محمد خان (۷) ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے تعلیمی مراحل (ابتدائی، اعلیٰ تعلیم) طے کرنے کے بعد کچھ عرصہ درس و تدریس (۸) سے بھی وابستہ رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے تقسیم ہند سے پہلے اور بعد میں فوجی زندگی (۹) کو اپنا شعار بنایا اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے کرنل کے عہدے (پاک آرمی) سے ریٹائرڈ ہوئے۔

آپ کی مزاحیہ تحریروں میں پیشہ ورانہ فوجی زندگی کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ شعری و ادبی اصطلاحات کا برمحل استعمال آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ کے تخلیق کردہ کردار زندگی کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ آپ اپنے عہد کی معاشرتی زندگی کی بے اعتدالیوں، سماجی ناہمواریوں اور دیگر تہذیبی مسائل کو بڑی مہارت اور ہنرمندی سے اپنی تحریروں کا موضوع بناتے ہیں:

> ''فوج کی ادبی تاریخ میں محمد خان محض ایک ادیب نہیں بلکہ ایک ادارہ ہیں۔ ان کی نگارشات نے بے شمار نوخیز ادیبوں کی ہمت افزائی کی۔ کئی ایک نے ان کی پیروی میں لکھا۔ کئی نے اسی انداز میں دوسرے میدانوں میں طبع آزمائی کی۔ گویا محمد خان نے فوج میں ایک دبستان کھول دیا۔'' (۱۰)

اپنے شگفتہ انداز اور توانا و دل کش اسلوب، تحریروں میں برجستگی اور بے ساختگی، حلاوت، لطافت، ظرافت، سلاست، بانکپن اور سادگی اظہار رکھنے والے کرنل محمد خان نے واقعاتی مزاح کو زندگی بخش دی۔ وہ بالائی طبقے کے افراد کی زندگی کا نقشہ بڑی خوش اسلوبی سے کھینچتے ہیں۔ عورت کی نفسیات اور مرد کی تہذیبی زندگی اک آئینے کی طرح ان کی تحریروں کے ڈرائنگ روم میں اُجاگر ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی مزاح نگاری میں سادگی اظہار اور اخلاقی صداقت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ وہ تہذیبی آشوب اور سماجی ناانصافیوں کو اپنی تحریروں میں کلیدی حیثیت دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں عوامی مزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ جس کی بدولت انھیں دوسرے، ہم عصر مزاح نگاروں (۱۱) میں زیادہ مقبولیت نصیب ہوئی۔ یہ امر مزاح نگاری کے باب میں قابل ذکر ہے کہ مزاح شگفتگی اور سادگی اظہار رکھتے ہوئے اپنے مجموعی تاثر میں قاری کی فہم و فراست سے قریب تر ہوتا ہے کہ اس کی خوش گواریت کی تفہیم زیادہ موثر اور سحر انگیز ہو سکے۔

ان کی تحریروں کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ زیر لب مسکراہٹ کے پیچھے چھپے انسانی زندگی کے رنج و الم، سماجی حیات کے بعض نمایاں مسائل، سماجی و تہذیبی الجھنوں میں گھرا انسان، سماجی برائیاں، جہالت، غربت و افلاس، نسل کشی، دوغلا پن، نفرت و محبت کے مختلف رنگ، انسانی زندگی کے تلخ و شیریں تجربات، حقیقی شعور و آگہی، صداقت حسن کی فطری لو، عشق و محبت کے جذبات کی سیلانی، غم زدہ زندگی کے اشکوں کی روانی اور دھرتی سے بے پناہ محبت کا جذبہ موجود ہے۔ وہ ایک سماجی محتسب کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے افسانوں میں کئی عیوب زمانہ کا پردہ چاک کرتے ہیں اور کئی جگہوں پر سادہ لفظوں میں درس عبرت دیتے ہیں۔

آپ کا شگفتگی میں ملبوس طنز، برطانوی عہد میں جہاں برصغیر کی غلامانہ ذہنیت کو نشانہ تضحیک بناتا ہے وہاں اک عام انسان کی رگوں میں پھیلی اداسی اور بے حسی کی چادر میں لپٹی زندگی میں تحرک بھی پیدا کرتا ہے۔ سامراجی عہد میں انھوں نے مشرقی تہذیب کی شکست و ریخت کے مناظر کا بغور مشاہدہ کیا۔ جب اس سرزمین سے محبت کرنے والے اپنی تہذیب سے روگردانی اختیار کرنے لگے اور مغربی تہذیب کے پرستار بن بیٹھے۔ اس دوران یہاں کی سماجی اقدار، تہذیبی روایات اور مذہبی احساسات سب پس منظر میں چلے گئے؛ تاہم آپ نے اپنے مخصوص انداز میں مضحکہ خیز انداز میں اپنے عہد کے سماج اور تہذیب کا نقشہ بڑی فن کاری سے کھینچا ہے۔

> ''حضرات زبان صرف مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہی نہیں، یہ اہل زبان کی تہذیب، معاشرت اور اخلاقی اقدار کی عکاس بھی ہوتی ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ اس خالص یا نیم انگریزی زبان سے جو ہم بولتے ہیں، کون سی تہذیب اور کون سی اخلاقی اقدار منعکس ہوتی ہیں؟ پاکستان سے تو انھیں بہت کم واسطہ ہے اور اسلام سے کم تر۔ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ ہمیں اپنی زبان بولتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔'' (۱۲)

مٹتی ہوئی تہذیبی اقدار اور سماجی روایات کے مسخ شدہ چہرے کو شگفتہ قالب میں ڈھالنے کا فن انھیں خوب آتا ہے۔ وہ اک مستند مزاح نگار ہیں۔ ان کے قلم سے الفاظ کوہستانی جھرنوں کی طرح شفاف آبی ریلوں کی صورت میں نکلتے ہیں جن میں اس عہد کی تہذیبی صورت حال اور سماجی الجھنیں منعکس ہو کر سامنے آتی ہیں۔ وہ اک مصور کی طرح الفاظ کو تجسیمی شکل میں پیش کر کے قاری سے داد و تحسین وصول کرتے ہیں۔ الغرض متوسط طبقے کی سماجی زندگی کے مختلف کردار ان کے ہاں حقیقی معنویت کا روپ

دھار کر کہیں متصادم کیفیات کی شکل میں تو کہیں انسانی قول و فعل میں تضادات کے روپ میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

انھوں نے اپنی طربیہ نثر میں شگفتگی کے پھول آویزاں کر کے انسان کو اپنی گذشتہ تہذیبی و سماجی تاریخ پر نادم و نازاں ہونے پر بھی دعوت فکر و عمل دی ہے۔ وہ کرنل کی وردی میں ملبوس رہ کر زمانے کی سختیوں کو سہہ کر، سماجی بندھنوں سے ماورا ہو کر اپنی ذات اور معاشرت پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں بے ساختگی کا یہ رنگ ہمیں پطرس بخاری (۱۳)، مشتاق یوسفی (۱۴) اور ابن انشا (۱۵) کی یاد دلاتا ہے۔ آپ نے وقت کی گرد ہٹا کر سماج کے اندر چھپے کرب و سوز کو جو فکری ہم آہنگی عطا کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کی بے ساختہ ادبی تحریروں میں مزاحیہ انداز تاریخی حوالوں ساتھ ان کے تہذیبی شعور کو بڑھاتا ہوا وقت کی گرد اور زمانے کے مدوجذر سے نبرد آزما ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی طربیہ نثر پر پاکستانیت اور مقامی اثرات کا رنگ غالب ہے۔ علاوہ ازیں اپنے دل کش اندازِ بیان، شگفتگی، منفرد اندازِ فکر و نظر، اسلوب کی تازگی اور بے ساختہ پن کی بدولت وہ دیگر مزاح نگاروں میں اپنا ایک الگ مقام بنانے میں کامیاب ہوئے۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے شگفتگی، دل کش انداز بیان، پاکستانیت اور مقامی اثرات کے باوصف ان کی بے ساختگی، توانائی، انداز فکر و نظر کی تازگی اور مخصوص انداز بیان کو ان کے خاص نثری اوصاف میں سے قرار دیا ہے۔ (۱۶) کرنل محمد خان کی طربیہ نثر دراصل شوکت تھانوی (۱۷)، پطرس بخاری، ضمیر جعفری (۱۸)، شفیق الرحمٰن (۱۹)، فرحت اللہ بیگ (۲۰)، عظیم بیگ چغتائی (۲۱) کی اس مزاحیہ ادبی روایت کی توسیع ہے جس کو ان مذکورہ مصنّفین نے پروان چڑھایا۔

کرنل محمد خان کے لیے چراغ حسن حسرت (۲۲)، ضمیر جعفری اور شفیق الرحمٰن جیسے نامور ادیبوں کا معاصر ہونا صرف قابل قدر ہی نہ تھا بلکہ ان کی شگفتہ، لامثالی اور زندہ نثر کے سامنے اپنا ادبی مقام متعین کرنا آسان نہ تھا تاہم چون (۵۴) سال کی پختہ عمر میں بجنگ آمد (۱۹۶۶ء) اور بسلامت روی (۱۹۷۵ء) لکھ کر انھوں نے اردو ادب کے بحر زخار میں اک نئے جزیرے کی آمد کی خبر دی۔ یہ اک ایسا حیرت کدہ ہے جس میں انسانی زندگی کی خوشیاں، رنج والم، رسوم و رواج اور تمام فراغتیں آ گئی ہیں لیکن بزم آرائیاں میں مشمولہ مضامین قاری کو اک نئے ذائقے، اک نئی دنیا سے روشناس کراتے ہیں جس میں عورت و مرد کی نفسیات اپنا الگ پہلو لیے ہوئے ہیں۔

سید ضمیر جعفری کا کہنا ہے کہ بغیر کسی تمہید کے وہ قہقہوں کے جزیرے آباد کرتے ہیں۔ واقعات کی گردن میں لطائف کی گھنٹیوں کا سہارا لیے بغیر ان کا لطیف اور لچک دار مزاح نے ان کے اسلوب کو اور بھی جان دار بنا دیتا ہے۔ (۲۳)

لوح فکاہیہ ادب پر اپنا نام کندہ کرنا انتہائی دقت طلب کام تھا مگر آپ نے ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۵ء کے دوران اپنی پختہ تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اک شاہکار کتاب تخلیق کی جو قارئین ادب کے لیے بھی اک خوش گوار حیرت کا سبب بن گئی۔ آپ کے ہم عصر ادیبوں نے آپ کی اس پہلی تخلیقی کاوش کو بہت سراہا اور اسے معرکے کی چیز قرار دیا۔ خاص طور پر جس طرح وسعت نظری اور گرم جوشی سے ادبی حلقوں میں اس کا استقبال کیا گیا اور اسے جو پذیرائی نصیب ہوئی، وہ قابل تحسین ہے۔ ضمیر جعفری نے ''بجنگ آمد'' (۲۴) (۱۹۶۶ء) کی اشاعت کو اردو ادب کے اہم واقعات میں سے ایک اہم واقعہ قرار دیا ہے۔

کرنل محمد خان سماجی زندگی کی معنویت اور اس کے مسائل و معائب سے بخوبی آشنا ہیں۔ وہ زمانے کے تہذیبی مدوجزر اور معاشرتی کرب کے زیر و بم کو نہایت خوش اسلوبی سے اپنے عصری تقاضوں کے مطابق ڈھال کر اپنی خوش گوار طربیہ نثر کا حصہ

بناتے ہیں۔آپ نے واقعات کی ورق گردانی میں سبق آموز طرزِ تحریر کو زندگی بخشی۔

کرنل محمد خان نے آزادی کے بعد اپنی عظمت فن کو بجنگ آمد جیسی لاجواب تخلیق کے ذریعے زندگی بخشی۔انھوں نے تہذیبی آگہی اور اپنی قوت فکر سے سماجی تضادات، مناقشات، علاقائی تعصب اور مذہبی رجحانات کو اردو میں تہذیبی مزاح اور مجلسی زندگی کی رعنائیوں اور لوگوں کے بدلتے ہوئے رویوں کے ساتھ پیش کیا۔انھوں نے اردو میں مزاح نگاری کو تہذیبی رنگ عطا کر کے سماجی زندگی کی لطافتوں سے مسرت کشید کی ہے۔وہ اپنے فن پاروں بجنگ آمد، بسلامت روی اور بزم آرائیاں میں سماج کی تنگ گھاٹیوں سے گزر کر انسانی جذبات کی تہذیبی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ان کے فن پاروں میں جذبات کی تمازت اپنی عصریت کے ساتھ فکری آگہی کی صورت میں آگے بڑھتی ہے۔شفیق الرحمٰن کا سفرنامہ ''برساتی اور دجلہ'' کو جس طرح اردو ادب میں اک شاہکار کی حیثیت حاصل ہے، اسی طرح کرنل محمد خاں نے بجنگ آمد کی جمالیاتی اور داخلی حس پر اپنی زیادہ توجہ مرکوز کی اور اسے معرکے کی چیز بنا دیا:

> ''شاید یہ زنانِ مصر کا شیوہ ہے کہ دل دینے میں بہت شتابی کرتی ہیں۔خصوصاً قبطی اور یہودی اگرچہ مسلمان لڑکیاں بھی ایسی سست مزاج نہ تھیں۔خصوصاً جہاں معاملہ فوجیوں کے ساتھ ہو آخر اس نیک روایت کی بانی مصر کی خاتون اول یعنی قلوپطرہ ہی تو تھی لیکن دورِ حاضر کی دوشیزائیں کہیں زیادہ باوفا تھیں۔گو اتنی ہی زیادہ بودی تھیں۔اگر پہلی ملاقات پر ہی کسی نے انگوٹھی پہنا دی یا فقط دکھلا ہی دی، تو وفورِ شوق سے ان کے چہرے تمتما اُٹھتے تھے اور جیسے کوئی دیرینہ حسرت پوری ہو گئی ہو۔''(۲۵)

وہ سماج کے تہذیبی مسائل اور مضحکہ خیز صورت کو اپنے درد میں سمو کر اس فن کاری سے پیش کرتے ہیں کہ قاری ان کی نثر کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔بجنگ آمد کے چوتھے باب ''کوہستان جنگ'' میں قبائلی علاقہ جات کی انگریزوں کے خلاف شدید نفرت کو فصاحت و بلاغت کی بجائے سادگی و سلاست اور عام بول چال کی زبان کا استعمال کرتے ہوئے فطری رنگ میں پیش کرتے ہیں۔وہ انگریزی طرز زیست، تہذیب کی تقلید تو دور کی بات، ان سے ہم کلام ہونا بھی پسند نہیں کرتے جو اس بات کا کھلا اظہار ہے کہ وہ انگریز بادشاہت کے خواہاں نہ تھے بلکہ ان غاصبوں کے خلاف حالت جنگ (بجنگ آمد) میں رہتے تھے۔''بسلامت روی'' میں کردار نگاری، شعری و ادبی اصطلاحات اور فوجی زندگی کے دیگر مسائل نے اسے اور بھی معنی خیز بنا دیا ہے۔ابن انشا، آغا غلام حسین اور حسرت موہانی جیسی معروف ادبی شخصیات کا تذکرہ اور ادب سے لگاؤ انھیں ایک معنی خیز اور معتبر ادیب ثابت کرتا ہے۔قسام ازل نے کرنل کو جو تہذیبی و سماجی شعور عطا کیا وہ ان کی طربیہ نثر کا بہترین آئینہ دار ہے۔یہ سفرنامہ ان کی فوجی زندگی کے مختلف تجربات کا نچوڑ اور ان کی اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔اس میں ہندوستان و دیگر ممالک کی سیر ہلکے پھلکے مزاحیہ انداز میں وہاں کی تہذیبی و سماجی زندگی کی داستان بھی ملتی ہے اور اپنے ملک سے فطری وابستگی کا عکس بھی۔دراصل بیرون ممالک میں سیاحت کے دوران وطن کی محبت کا جذبہ ان کے دل میں جاگزیں تھا۔وہ سبز ہلالی پرچم کے سامنے سرنگوں دکھائی دیتے ہیں۔آپ کسی بھی ملک کی تہذیبی و سماجی زندگی کا نقشہ مشرق و مغرب کی تہذیبی زندگی ظریفانہ انداز میں کچھ ایسے کھینچے ہیں کہ قاری کا دل اَش اَش کر اُٹھتا ہے۔کردار رام ناتھ کی فوجی زندگی، رسالدار سے کیپٹن بننے کا سفر، ان کا ظاہری حلیہ، طور اطوار، مزاج، نشست و

برخاست کا انداز بے مثل ہے۔

اس میں وہ اک محبّ وطن ہندوستانی کے روپ میں جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں۔ مسلم لیگ کانگریس کی تحریکات اور ہندوستان کی سیاسی زندگی کی جھلک انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کی بڑھتی ہوئی نفرت کا نقشہ انھوں نے بڑی فنی مہارت سے کھینچا ہے۔ حساس زندگی کے پہلو، سامراجی استعمار کے خلاف کینہ و بغض، فوجی جوانوں کی مشکلات میں گھری زندگی کی داستان، آزادی کے پروانوں کے دلوں میں کھولتا ہوا خون، ہندوستانیوں کے خلاف انگریزوں کا کینہ و بغض، سماج پر ظلم و جور، تشدد پسندی کا رجحان اور ہندوستانیوں کا مزاحمتی رویہ اک جوش و ولولے کے ساتھ نظر آتا ہے اور انگریزی تہذیب اپنے پر پھیلاتے ہوئے جس کے مختلف گوشے نہ چاہتے ہوئے بھی نمایاں ہوگئے ہیں۔ ہند اسلامی تہذیب رفتہ رفتہ اپنے مرکز اور عصری تقاضوں سے دور ہو رہی ہے۔ انھوں نے طنزیہ و مزاحیہ انداز میں انگریزی تہذیب کے پرستاروں کی بڑے لطیف انداز میں تضحیک کی ہے۔ وہ فطری مزاح نگار ہیں۔ بڑی نفاست کے ساتھ نوآموز فرزندان توحید کو بہ رضا و رغبت دیسی انداز میں کھانا کھاتے ہوئے جب دکھاتے ہیں تو ان کا فطری انداز دل کو بھاتا ہے۔ اس میں ان کے اندر اک دیسی نوجوان بدیسی انداز میں کھانا کھانے کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی تہذیبی، اخلاقی، سماجی اقدار و روایات کا امین اور پرستار دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی سرزمین سے رشتہ منقطع نہیں کرتا اوزاروں کی وساطت سے روایتی کھانا کھانے کا یہ منظر نامہ ہمیں کہیں اور نہیں ملے گا۔

''بجنگ آمد'' میں کرنل محمد خان نے اپنے منفرد اسلوب، فطری مزاح، واقعاتی منظر کشی اک خاص تہذیبی شعور کے ذریعے قلیل مدت میں قارئین ادب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ یہ ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آئی۔ جس میں ایک طرف فوجی زندگی کی بازگشت، دوسری طرف سماجی اور تہذیبی مسائل کا ادراک بڑے شگفتہ انداز میں اپنا مزاحیہ اسلوب لیے زینہ بہ زینہ ادبی تاج محل میں داخل ہوتا نظر آتا ہے:

> ''ڈاکٹر وحید الرحمٰن نے نہ صرف اسے بلند پایہ مقام کی حامل تصنیف قرار دیا بلکہ سدا بہار کتاب کہا جس کی تازگی اور دلچسپی زندگی کے ہر موسم میں برقرار رہتی ہے۔'' (۲۶)

اس فن پارے میں سماجی زندگی کے پس پردہ چھپے ہوئے دکھ، سسکیاں لیتے ارمان، افلاس میں لپٹی ترقی پذیر ممالک کی داستان غم جس میں اک تہذیبی جاذبیت بھی ہے اور مٹتی ہوئی سماجی قدروں کا نوحہ بھی۔ مگر انھوں نے اپنی برجستہ اور شگفتہ نثر کے ذریعے اس درد کی کسک کو کم کر کے قاری کے لیے پرلطف بنا دیا ہے۔ مشفق خواجہ نے بجنگ آمد کا ہر صفحہ مصنف کی شگفتہ مزاجی کا آئینہ دار قرار دیتے ہوئے اسے بلاخوف تردید اک زندہ رہنے والی کتاب کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

وہ زندگی کے رنج و الم اور چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے خوشہ چینی کر کے اپنی نثر کو شہد کی مکھیوں کی طرح لذیت اور جان دار بناتے ہیں۔ ان کا منفرد اور پختہ اسلوب سماج کو محدب عدسے کے ذریعے شفاف انداز میں دیکھنے کا حامل نظر آتا ہے۔ جس میں بیشتر واقعات ان کی ذاتی زندگی کے تجربات اور عصری شعور سے مزین نظر آتے ہیں۔ اپنے عہد کی سماجی ناہمواریوں اور ہند اسلامی تہذیب کی تنزلی کو وہ حقیقی زندگی کی چھلنی سے گزار کر دوسروں کو اس پر فکر مند ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ بے ساختہ پن اور تازگی میں ملفوف ان کا مزاح انسانی زندگی سے گہری انسیت رکھتا ہے۔ اس میں وہ اپنے شعوری ادراک کے ذریعے خود بھی سماج کی عملی تصویر نظر آتے ہیں۔

آپ کی کتاب ''بزم آرائیاں'' (۲۷) کا تفریحی پہلو دیدنی ہے۔ اگر چہ اس میں طنز ومزاح کا اعلیٰ معیار جو کرنل محمد خان کی فطرت ثانیہ ہے، وہ اپنے مرکز ثقل سے کنارہ کش ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ مگر وہ حیات انسانی کے بعض نادیدہ جزیروں سے یادوں کے چراغ جلالاتے ہیں جس سے تہذیبی شعور سماجی رویوں پر غالب ہو کر اپنا عکس جماتا نظر آتا ہے۔ اخلاقی اقدار اور مذہبی روایات کی پامالی اور انسان کے مصرف اور سماجی زندگی کی تلخیوں کے آگے سجدہ ریز ہونے کی بجائے ''کرنل محمد خان زندگی کی میکانکی ہمواری کو گدگداتے اور اس سے قہقہہ برآمد کر لیتے ہیں۔ بجنگ آمد اور بسلامت روی میں ان کا مزاح نئے جزیرے کی طرح سمندر سے اچانک برآمد ہوتا اور پوری دنیا کو حیرت زدہ کر ڈالتا ہے۔ بزم آرائیاں میں ان کا فن ایک نقطے پر رک سا گیا ہے۔'' (۲۸)

آپ کی شاعری (کلاسیکی) سے دل چسپی بجنگ آمد سے بسلامت روی تک قائم رہی۔ تلمیحات اور تشبیہات کا برمحل استعمال ان کی نثر کو اور بھی چار چاند لگا دیتا ہے۔ حلاوت، لطافت، ظرافت، سلاست، شگفتگی۔ زبان کا چٹخارہ، شعریت، ادبیت، بے ساختہ پن اس کا خاص وصف ہے۔ غالب آپ کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ ان کے لطیف اور نازک احساسات سے بھرپور اشعار کا استعمال آپ اپنی نثر میں موقع و محل کی مناسبت سے کرتے ہیں۔ جو آپ کی طربیہ نثر کو اور بھی معنی خیز بنا دیتا ہے۔ ''ڈاکٹر طاہرہ سرور کے مطابق اپنی طربیہ نثر میں کرنل محمد خاں نے جس خوبی اور خوبصورتی سے ''دیوانِ غالب'' کا برجستہ استعمال کیا ہے وہ انھی کا خاصہ ہے۔'' (۲۹) یہ سنجیدہ و مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں بشاشت، شگفتگی، رونق، زندگی کے مختلف پہلو، وہ طبعا خوش مزاج انسان تھے۔ اس لیے ان کی نثر میں رنج والم، رونے دھونے سے بے زاری کا رنگ جھلکتا ہے۔ مگر کہیں کہیں سماجی دکھ، تہذیبی زندگی کے رنج، مصائب زمانہ اور ذاتی زندگی کے تجربات کو مزاحیہ لباس میں لپیٹ کر مسکراتے چہرے کے پیش کر دیا ہے۔ مگر ان خوش باش آنکھوں کے پیچھے چھپے آنسوؤں کا کرب بھی جان لیوا ہے۔ ضرورت ایک خوشامدی کی میں کشور کا کردار عورت کی نفسیات کا آئینہ دار ہے جس میں ہندوستان کی تہذیبی زندگی، سماجی رویوں کے تمام دکھ اکٹھے کر دیے گئے ہیں۔

کرنل محمد خان برصغیر پاک و ہند کی تہذیبی زندگی کی داستان اور سماجی حیات کی حماقتوں کو لطیف سے طنز کے ساتھ شگفتہ مزاجی اور فکاہیہ اسلوب میں ملبوس کر کے نہایت خوب صورتی سے رقم کرتے ہیں۔ ان کے کردار تہذیبی و سماجی زندگی کے مسائل کا بہترین ادراک رکھتے ہیں۔ وہ سادگی، خوش فہمی، خود رحمی اور خلق خدا سے ہمدردی جیسی صفات سے متصف ہیں۔ ان کا اسلوب انفرادیت کا حامل ہے۔ آپ نے اپنی نثر میں ایک طرح دار اور منفرد مزاح نگار کی حیثیت سے نہ صرف انسان کی خلقی شگفتگی کا سامان مہیا کیا بلکہ زبان و اسلوب پر اپنی مضبوط گرفت کے سبب فطری حسن کے تمام رنگ بکھیر دیئے ہیں۔ جن میں مذہبی و علاقائی اور سماجی تعصب نام کو نہیں۔ اور فطرت کی طرف رجوع کرنے کا پیام ملتا ہے۔

ڈاکٹر انور سدید نے اپنے ایک مضمون میں کرنل محمد خان کو ایک منفرد اسلوب کا طرح دار مزاح نگار قرار دیا ہے۔ ان کا طرز تحریر دراصل ایک صحت مند انسان کی خلقی شگفتگی کا نہ صرف امین ہے بلکہ فطری حسن کا احساس جتنا انھیں تھا شاید کسی اور مصنف کو ہو۔ وہ زبان و اسلوب پر ان کی مہارت پر رشک کرتے ہیں۔ (۳۰)

ایک سنجیدہ مزاح نگار کی حیثیت سے انھوں نے اپنی خیال آفرینی اور فکر انگیزی کے سبب لطافت و شگفتگی کے جو پھول کھلائے ہیں؛ وہ اردو ادب کا بہترین ورثہ ہیں۔ حقیقت میں ان کی پہلی کتاب ''بجنگ آمد'' نہ صرف اس کی بہترین مثال ہے بلکہ

بعد ازاں بسلامت روی اور بزم آرائیاں میں یہ رنگ موجود رہا۔ آپ کو زیادہ پذیرائی ''جنگ آمد'' کی بدولت نصیب ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ اس زندہ جاوید نثر ہے جس میں زندگی کا فطری رنگ اور زمانے کے دیگر محاسن و مصائب کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اسے پڑھ کر دلی فرحت کا احساس جاگزیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے سید ضمیر جعفری نے اسے ایک ''دوست کتاب'' قرار دیا ہے جس کے ساتھ وقت گزار کر آدمی دلی راحت محسوس کرتا ہے۔ (۳۱)

انھوں نے ''بزم آرائیاں'' میں عشقیہ واقعات سے لے کر افسانوی نثر، انشائی طرزِ تحریر، مصنف کی پیشہ ورانہ زندگی کی واردات سے لے کر دیگر سماجی و تہذیبی مسائل کو بھی بڑی فن کارانہ مہارت سے پیش کیا ہے۔ ان کی طربیہ نثر پڑھ کر بے ساختہ زیر لب تبسم کے پھول کھلتے ہیں۔ یہ سبق آموز جملے جہاں انسان کی تہذیبی، سماجی و اخلاقی تربیت کا سبب بنتے ہیں، وہاں عصرِ حاضر کی سبک رفتار زندگی کے حزنیہ پہلوؤں اور اس کے خارجی و باطنی ادراک اور درد کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی تحاریر میں ہوسِ انسانی اور انسان کی فطری زندگی کے مختلف رنگوں کو بے نقاب کیا ہے۔ سماج میں موجود اخلاقی بیماریوں جھوٹ، حقوق غصب کرنا، تعصب، انا پرستی، لالچ، حسد، کینہ، بغض اور نفرت کے ساتھ ساتھ زندگی کی اچھی اچھی قدریں بھی ان کے پیشِ نظر رہیں۔ مثلاً افسانہ ''قدرِ ایاز'' مصنف کے ماضی و استقبال کی داستانِ حیات ہے جسے انھوں نے دو مرکزی کرداروں علی بخش اور سلیم عرف چھوٹے چوہدری کے ذریعے بیان کیا ہے۔ اس میں دیہاتی زندگی کے کئی فطری رنگ، دیہاتیوں کی مہمان نوازی کا انداز، ملنساری، خوش مزاجی، خوش اخلاقی اور اساتذہ سے بے لوث محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ ازیں گاؤں اور شہر کی زندگی کے محاسن و معائب اور سماجی زندگی کا نقشہ انھوں نے نہایت دل فریب اور دل پذیر انداز میں کھینچا ہے۔ اس کہانی میں سلیم کی نفرین کارگر ثابت نہ ہوئی اور بالآخر چھوٹے چوہدری نے اس کے اندر دیہاتیوں سے حسنِ سلوک اور محبت کا پرخلوص جذبہ پیدا کر دیا۔ اس میں اپنی مٹی سے محبت، اپنے علاقے اور سماجی روایات و اقدار سے الفت کا جذبہ دیدنی ہے۔ یہ ہمارے عہد کی تہذیبی زندگی کی داستان ہے جس میں سماجی زندگی کے تضادات، بے اعتدالیوں کا عکس، مناقشات، انصاف کشی، برابری کا درس اور بعض اعصاب شکن سماجی مسائل کو وہ نہایت بے باکی کے ساتھ لطیف سے طنز اور شگفتہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس افسانے کا عنوان بھی تلمیحاتی رنگ لیے ہوئے ہے۔ ''قدرِ ایاز'' کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''ایک تھا لڑکا جو اپنے گاؤں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد ایک شہر کے ہائی سکول میں جا داخل ہوا۔ اپنے گاؤں میں تو وہ چھوٹا موٹا چوہدری کا بیٹا تھا لیکن تھا ٹھیٹھ دیہاتی۔ پہلے دن کلاس میں گیا تو ننگے سر پر صافہ باندھ رکھا تھا۔ بدن پر کرتا اور تہمد اور پاؤں میں پوٹھوہاری جوتا۔ ماسٹر جی نے شلوار پہننے کو کہا تو دھیمی آواز میں بولا: اوخدا! ستھن تے کڑیاں پاؤندیاں نے۔'' (۳۲)

''قدرِ ایاز'' اور ''یوسف ثانی'' میں انھوں نے مشرقی تہذیب سے اپنی لگن کا اظہار کیا ہے۔ وہ جمال پرور ہیں اور ان کی تخلیقی وضع داری اپنے عہد اور تہذیب کی ترجمان نظر آتی ہے۔ آپ کا بے لوث ادبی اظہارِ نثر میں متانت، ادبی اقدار اور معیار آپ کا ایک خوش سلیقہ ادیب ثابت کرتی ہے۔ زمانے کے حسن و قبح ان پر آشکار ہوئے تو انھوں نے اسے لطیف طنز و مزاح کے ساتھ روحِ عصر کو اپنی دل چسپ تحریروں میں سمیٹ دیا۔ وہ عام زندگی سے واقعات بالائی طبقے اور غربا کی زندگی کے دکھ، اونچی

حویلیوں کے پیچھے چھپے درد اور غریبوں اور مسکینوں کی سسکیاں اک خوش سلیقہ ناظر کی طرح اپنی کتابوں میں آشکار کرتے ہیں۔ آپ نے ادبی وتہذیبی قدروں اور سماجی روایات کو استحکام بخشا ہے۔ ان کے ہاں کہیں بھی لچر پن اور بے ہودگی کا عنصر اخلاقی ضابطوں سے تجاوز نہیں کرتا۔

کرنل صاحب نے اخلاقی ضابطوں کی پابندی کرتے ہوئے اپنی نثر کو سماجی شعور اور زمانے کی آگہی بخشی۔ ایک سماجی مبصر کے طور پر ''بجنگ آمد''، ''بزم آرائیاں'' اور ''بسلامت روی'' میں وہ کھل کر سامنے آتے ہیں۔ انھوں نے بعض تاریخی شہادتوں سے ''قدر ایاز'' اور ''یوسف ثانی'' کو مربوط کیا ہے۔ آپ کے ہاں نفاست، سلاست، شائستگی اور شگفتہ پن کہیں تشبیہاتی و تلمیحاتی تو کہیں استعاراتی رنگ میں سماجی اور تاریخی پس منظر ادب پارے کو جان دار بنا دیتا ہے:

> ''یوسف حسن صورت اور نجابت میں اپنے گراں قدر ہم نام سے بے اشک ایک قطب کے فاصلے پر کھڑا تھا تاہم رونق آفرینی میں ایک پیغمبرانہ شان رکھتا تھا اور میراثی ہونے کے باوجود...... یا شاید میراثی ہونے کی وجہ سے...... ہم جماعتوں میں مقبول ومحبوب تھا، جہاں یوسف تھا، وہاں ہنسی تھی، ہنگامہ تھا، قہقہے تھے، چہچہے تھے......اور ہاں یوسف میں ایک اور کمال بھی تھا۔ وہ پیدائشی موسیقار تھا۔ جب کبھی اتوار کی رات کو ہوسٹل کی چھت پر ستار بجاتا یا گانا گاتا، تو چلتے آدمی اور ٹوٹتے تارے رُک جاتے۔'' (۳۳)

آپ کی تحریروں میں ایک دیہاتی کرنل کا سماجی تاثر اور آزادہ روی کا انداز کرب کی دھند میں لپٹی انسانیت کو اضطراری کیفیات سے دور تر فع وفرحت زندگی کا شعور دیتا ہے۔ دراصل انھوں نے انتقال اضطراب کی بجائے رفع اضطراب کا کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر انور سدید نے ''بزم آرائیاں'' کو کسی فکر فروزاں کو ابھارنے کی بجائے اسے طلوع صبح خندہ کے منظر کے مماثل قرار دیا ہے۔ (۳۴)

''بسلامت روی'' (۱۹۸۱ء) آپ کی آخری یادگار ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں بجنگ آمد جیسا حزنیہ طربیہ رنگ خال خال نظر آتا ہے؛ تاہم اپنے موضوع ومضامین کے لحاظ سے یہ خاصے کی چیز ہے۔ اس میں فرنگیوں کا ہندوستانیوں پر استحصالی رویہ ارباب وطن کی بے بسی، غلامی کا احساس، زندگی کے شیریں وتلخ تجربات، برصغیر پاک وہند کے لوگوں کے سماجی رویے، تہذیبی اقدار کے مٹنے کا نوحہ، سماج کے کرب وستم میں پسا ہوا انسان، علاقائی تہذیب کا عکس اور زندگی کی کرب انگیز یادیں انسانی زندگی پر لگے چرکوں کو نوچتی محسوس ہوتی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ کرنل محمد خان نے ان تحریروں کو اپنے خون جگر سے سینچ کر قاری کی خدمت میں پیش کیا ہے:

> ''پنڈی سے ہمیں پیار ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس کے نام میں نسایئت ہے۔ لاہور اور پشاور بہت مذکر کاٹھ کے شہر ہیں لیکن پنڈی کی ادائے دلبری محض تانیثیت تک ہی محدود نہیں نام کے لحاظ سے کراچی بھی اتنی ہی مونث ہے بلکہ ایک شادی شدہ کنیت بھی رکھتی ہے یعنی عروس البلاد کہلاتی ہے لیکن جو شیوہ ترکانہ دوشیزہ پنڈی کا ہے وہ اس عروس ہزار داماد کا نہیں۔'' (۳۵)

آپ کی نثر میں زبان کی حلاوت، لطافت، ظرافت، سلاست، روانی اور شگفتگی ایک ہندوستانی کی فطری زندگی کا عکس پیش کرتی ہے۔ اگرچہ ''بجنگ آمد'' کے بعد آپ کے آنے والے مجموعہ بسلامت روی، بزم آرائیاں اور بدیسی مزاح میں یہ شعریت، حلاوت اور فطری تازگی بڑھتی گئی مگر ان میں ''بجنگ آمد'' جیسا بے ساختہ پن، طربیہ انداز، سماجی شعور، تہذیبی آگہی، لطیف سا سبق آموز طنز اور فطری مزاح کی لہرستی کا شکار ہوتی نظر آتی ہے۔ بجنگ آمد حقیقت مزاح کا بہترین عکس ہے۔ جس میں زمانہ جنگ، ملازمت کے تلخ تجربات دراصل یہ ان کی جگ بیتی بھی ہے اور آپ بیتی بھی۔

کرنل صاحب کے ہاں صبح کی شادابی، چمکتی دھوپ کا فطری رنگ انھیں اور بھی فطرت کے قریب کرتا ہے۔ وہ بیسویں صدی کے ذہین وفطین مزاح نگاروں کی فہرست میں آتے ہیں۔ ان کے ہاں فطری مزاح کا رنگ دلچسپ ہے۔ ان کی تحریریں علاقائی تعصب سے مبرا ہیں۔ آپ کی جمالیاتی حس بجنگ آمد، بزم آرائیاں اور بسلامت روی میں اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔

شگفتہ اور توانا اسلوب ان کی نثر کا خاص وصف ہے جس پر آورد کی بجائے آمد کا شائبہ ہوتا ہے۔ اس میں برجستگی اور بے ساختگی، طرز تخاطب کا انداز معنی خیز ہے۔ میجر جنرل شفیق الرحمٰن کی طرح وہ واقعات ولطائف کا سہارا نہیں لیتے۔ ان کی تحریر میں الفاظ کا اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی الفاظ کو حذف کیا جا سکتا ہے۔ اپنے سفرنامے ''بسلامت روی'' میں وہ کسی علاقے کی تہذیب، جغرافیائی حالات، اور وہاں کی تہذیب وثقافت مثلاً بصرہ، بغداد، صحرائے بہارہ، صحرائے کیارہ، حوران بصرہ، عراقی حسیناؤں، جونیئر مہارانیاں، بصرہ کے بازاروں کی بھکارنیں کا تقابل ہندوستانی ریاستوں کی مہارانیوں سے کرتے ہیں۔ انھیں جونیئر مہارانیاں قرار دیتے ہیں۔ حسین وجمیل دوشیزاؤں، محبوباؤں، چیتھڑوں میں ملبوس زندگی اور ننگے پاؤں انگاروں جیسی تپتی زمین، بصرہ، بغداد، کوفہ، کیارہ، فلسطین، قاہرہ، طبروق اور شمالی افریقہ جیسے دیدہ زیب ممالک کی سیاحت اور ان کی تہذیبی زندگی کی داستان ''مراجعت بہ وطن'' ۱۹۴۳ء بمبئی واپس آئے۔ ''ارض ہند'' سے ان کی فطری وابستگی، وفور حسرت سے آنسو، خاک وطن کا چھونا تھا کہ وہ بے اختیار رو پڑے۔

وہ طبقاتی نظام کے قائل نہیں ہیں۔ سماجی اونچ نیچ، ذات پات کا نظام ہندوستانی تہذیب کی ہندی ذہنیت جوان کو وراثت میں ملی، وہ اس کی تردید کرتے ہیں۔ انگریزی تقلید کے مخالف ہیں۔ ان کے ہاں مزاح کا اعلیٰ معیار افراد کی عاقبت سنوارنے، امتوں کی تقدیر بدلنے کے لیے نہیں ہے۔ آپ نے ''بدیسی مزاح'' کو پاکستانی لباس پہنا دیے ہیں۔ وہ دراصل آپ سماج سے زندہ کردار لے کر ان کے ذریعے اپنے عہد کی معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی صورت حال کو پیش کرنے کا فن بخوبی جانتے ہیں۔ پنڈی کلب کا سبزہ زار اور مرحوم سکریٹری کرنل او پل ان کا عمدہ کردار ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ''ان لکھنے والوں میں سے کرنل محمد خاں کے ہاں بڑی عمدہ صلاحیتوں کا اظہار ہوا ہے۔ ان کی کتاب بجنگ آمد کی بے پناہ مقبولیت ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام وخواص کو ان کے مزاح میں کس قدر تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ کرنل صاحب بنیادی طور پر ایک مزاح نگار ہیں اور ان کے ہاں طنز کہیں موجود بھی ہے تو آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ یوں کہ اس کی جراحت اسلوب کی خندہ آور کیفیات کے نیچے دب کر رہ گئی ہے۔ کرنل محمد خان کی تحریر میں ایک ادبی شان ہے جو قارئین کو بے حد متاثر کرتی ہے۔'' (۳۶)

وہ غم انگیز مسرت سے زندگی کی حقیقی رعنائیوں کا عطر کشید کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غم واندوہ کی داستان حیات سے ان کی تحریریں مبرا نظر آتی ہیں۔ سماجی غم واندوہ کی کہانی شفاف دیہاتی وعلاقائی رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ انھیں اپنی پاک سرزمین سے انس ہے۔ وہ ایک دوراندیش محبِّ وطن پاکستانی کی حیثیت سے محبت کا غیر مختتم سلسلہ قائم رکھتے ہیں۔ ان کی یہ شفاف طنز ومزاحیہ نثر بے لوث زندگی کے حقائق سے مزین ہے۔

ان کے ہاں سماجی بیداری کا یہ عمل پختہ عمر میں پہلے پہل دوسری عالمی جنگ کے دوران مشاہداتی طور شروع ہوا جو بالآخر ساٹھ کی دہائی میں ایک منفرد پختہ کار تخلیق کار کا روپ اختیار کر گیا۔ آپ نے اپنی کتاب ''بجنگ آمد'' مین زیریں طبقے اور متوسط طبقے سے لے کر بالائی طبقے تک کی عورت ومرد کی نفسیات کا تجزیہ نہایت چابک دستی سے کیا ہے۔ خوش گواریت کی تفہیم اک سحر انگیز روپ میں جلوہ گر ہو کر برصغیر کی تہذیبی تاریخ کو بہ طریق احسن بیان کرتا ہے۔

کرنل محمد خان کے ہاں طنزیہ اسلوب کی بجائے فطری قسم کا مزاح ملتا ہے۔ وہ جس طرح ہمارے تہذیبی رویوں، معاشرتی مسائل اور سماجی اقدار وروایات کی شکست وریخت پر بے ساختہ پن کے ساتھ لطیف سا طنز کرتے ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ وہ بعض سماجی ناہمواریوں پر انسان کے باطن کو، ضمیر کو جھنجھوڑتے، زندگی کی بدصورتیوں کو دانستہ طور پر کہیں نادانستہ طور پر اجاگر کرتے ہیں۔ اس سے زندگی کی دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ جب بے ساختہ، رواں، شگفتہ تحریر آپ کے قلم سے نکل کر صفحہ قرطاس پر بکھر جاتی ہے جس سے قاری ادب دل وزندگی کے غم ناک تھپیڑوں سے نکل کر کچھ وقت کے لیے راحت جاں محسوس کرتا ہے۔

کرنل محمد خان کی تحریروں کا یہ مجموعی تاثر شائقین ادب کے دل ودماغ کو آہتہ آہستہ اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ وہ لطیف سے لطیف طنز کے ساتھ سماج میں پھیلے غیر اخلاقی امراض کی جانب نہ صرف توجہ مبذول کراتے ہیں بلکہ اسے ادبی چاشنی کا رنگ دے کر اک پرلطف حکایت کا درجہ عطا کر دیتے ہیں۔ بے باکی، شیرینی اور جمالیت ان کا خاص وصف ہے۔ علامہ اقبال کی طرح آپ کا تخلیقی ادب اعلیٰ فکری حقائق وبصیرت کا امین نہیں جس سے امت کی تقدیر بدل سکے، سماج کی عاقبت سنور سکے تاہم رنج والم کی وادی سے گریز پا کی صورت اختیار کر کے یہ انسان کو کچھ دیر کے لیے فرحت جاں بخشتا ہے۔ وہ سماجی الجھنوں میں گھرے ہوئے لوگوں کو مطمئن زندگی کا درس دیتے ہیں۔ زبان کی پختگی، بیان کی سادگی، اسلوب کی برجستگی، کلاسیکی ادب کا وقیع اور وسیع مطالعہ، غالب کی شخصیت وشاعری سے متاثر، عشق کی حد تک لگاؤ، غالب فہمی کی بدولت ہی ان کے ہاں دانش مندانہ فکر، فلسفیانہ ظرافت، زندہ دلی کا شعور۔ اگرچہ اقبال، داغ اور میر سے بھی آپ کو دلی وابستگی رہی مگر غالب آپ کے لیے مستند شاعر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے غالب کی طرح بطور سماجی مبصر اپنی تحریروں میں اپنے عہد کی زندگی کا عکس بکھر دیا۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ اُردو ادب کے نامور شاعر جعفر زٹلی (۱۶۵۳ء-۱۷۱۳ء) شہزادہ کام بخش کی فوج میں ملازم تھے۔ عالم گیر (۱۶۳۰ء-۱۷۰۷ء) کے زمانے میں حیدرآباد دکن کی مہم کے دوران مورچل پر مامور رہے۔ یہ دہلی کے گاؤں نرنیال موجودہ ہریانہ میں پیدا ہوئے۔ نام محمد جعفر تھا۔ زٹلی تخلص رکھا۔ ''زٹل نامہ''، ''کلیات جعفر زٹلی'' آپ کی معروف کتابیں یادگار ہیں۔ فرخ سیر (مغل بادشاہ) نے ۱۷۱۳ء میں آپ کو قتل کروا دیا۔

۲۔ مرزا محمد رفیع سودا (۱۷۱۳ء-۱۷۸۱ء) مشاہیر اُردو ادب میں ایک معتبر نام ہے۔ آپ نے عملی زندگی میں فن سپہ گری کو ترجیح دی مگر ذہنی

موافقت نہ ہونے کی بناء پر اسے ترک کر دیا۔ ہجو در شیدی فولاد خان کو توال آپ کی معروف مثنوی ہے۔ آپ اُردو قصیدہ گوئی میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ''کلیاتِ سودا'' اور ''قصیدہ تضحیک روزگار'' کو آپ کی تصانیف میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ ولی محمد، نظیر اکبر آبادی (۱۷۳۵ء-۱۸۳۰ء) اُردو ادب کے معروف نظم گو شاعر تھے۔

۴۔ مرزا غالب، سرسیّد احمد خاں، شبلی نعمانی، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد حسین آزاد، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، شوکت تھانوی، چراغ حسن حسرت وغیرہ۔

۵۔ بریگیڈیئر آئی آر صدیقی، اربابِ سیف وقلم، لاہور: کمبائن پرنٹرز، ۱۹۹۷ء، ص:۷۳

۶۔ ''بجنگ آمد'' (۱۹۶۶ء)، ''بسلامت روی'' (۱۹۷۵ء)، ''بزم آرائیاں'' (۱۹۸۰ء) اور ''بدیسی مزاح'' (۱۹۸۸ء) جیسی پرلطف تخلیقات کے خالق کرنل محمد خان اردو ادب کے اک صاحب طرز مزاح نگار ہیں۔

۷۔ صاحب طرز مزاح نگار کرنل محمد خان ۵ اگست ۱۹۱۲ء چکوال بلکسر میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد ششم، ص ۱۰۱ پر مذکور ہے: ''اردو ادب کے معتبر اور مستند مزاح نگار کرنل محمد خان ۱۹۱۲ء میں چکوال میں پیدا ہوئے۔'' ۱۹۲۷ء گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک، اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۲۹ء میں ایف ایس سی، ۱۹۳۱ء میں بی ایڈ، ۱۹۳۴ء میں ایم اے اقتصادیات، ۱۹۳۵ء میں بی ٹی۔ ۳ سے ۴ سال تدریس سے وابستہ رہے۔

۸۔ آپ نے تین چار سال مختلف سکولوں اور کالجوں میں بحیثیت لیکچرار اپنے تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

۹۔ ۱۹۴۰ء میں فوج میں بہ طور کیڈٹ منتخب ہو کر او ٹی ایس مہو (وسط ہند) مئی ۱۹۴۱ء میں نیم لیفٹیننٹ، ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء کے درمیان لیبیا کے صحراؤں، قاہرہ کے کیمپوں، برما کے جنگلوں اور بہار کی چھاؤنیوں میں گزاری۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاک فوج ۱۹۵۲ء کرنل کے عہدے پر ہوئی۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۹ء جی ایچ کیو راولپنڈی رہے۔ ۱۹۶۹ء میں ریٹائر ہوئے۔

۱۰۔ محولہ بالا اربابِ سیف وقلم، ص:۷۷

۱۱۔ پطرس بخاری، جنرل شفیق الرحمٰن، شوکت تھانوی، میجر صدیق سالک، ابن انشا، مشتاق احمد یوسفی، کنہیا لال کپور، عظیم بیگ چغتائی، رشید احمد صدیقی، ضمیر جعفری، چراغ حسن حسرت، مسعود احمد، مشکور حسین یاد، محمد خالد اختر، عطاء الحق قاسمی، منو بھائی، عبدالمجید سالک، بیگم اختر ریاض الدین آپ کے معاصرین میں سے تھے۔

۱۲۔ محمد خاں، کرنل، بزم آرائیاں، ''خیالات پریشاں''، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص:۹۰

۱۳۔ اُردو ادب کے معروف مزاح نگار سید احمد شاہ متخلص بہ پطرس یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء کو پشاور (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ پاکستان کی طرف سے اقوامِ متحدہ میں پہلے سیکرٹری اطلاعات تعینات ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے انگریزی ادبیات میں ایم -اے کیا۔ اس کے بعد امرتسر کالج میں کچھ عرصہ پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پہلے مسلمان پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور تعینات ہوئے۔ ''پطرس کے مضامین'' آپ کی معروف کتاب ہے۔

۱۴۔ اُردو ادب کے صاحب طرز مزاح نگار مشتاق احمد یوسفی ریاست ٹونک، راجستھان ہندوستان میں ۴/ستمبر ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ۲۰/جون ۲۰۱۸ء کراچی میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ۱۹۹۹ء میں آپ کو ستارۂ امتیاز ملا۔ ۲۰۰۲ء میں ہلالِ امتیاز سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبدالکریم خان یوسفی تھا۔ آپ کی معروف تخلیقات میں ''چراغ تلے'' (۱۹۶۱ء)، ''زرگزشت'' (۱۹۷۶ء)، ''خاکم

بدھن''(۱۹۶۹ء)،''آبِ گم''(۱۹۹۰ء) کے بعض جملے ضرب المثل کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔

۱۵- شیر محمد خاں المعروف بہ ابن انشاء (۱۹۲۷ء-۱۹۷۸ء) نے بطور شاعر و مزاح نگار شہرت پائی۔ آپ کو ۱۹۷۸ء میں تمغۂ حسن کارکردگی ملا۔ آپ نے لندن میں وفات پائی۔ آپ کی معروف کتابیں ''چاند نگر''،''دلِ وحشی''،''نگری نگری پھرا مسافر''،''آوارہ گرد کی ڈائرہ''،''دنیا گول ہے''،''چلتے ہو تو چین کو چلیے'' وغیرہ ہیں۔

۱۶- رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی و سماجی پس منظر، لاہور: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع دوم، ۲۰۱۲ء، ص: ۵۳۸

۱۷- ہمہ جہت شخصیت کے مالک شوکت تھانوی اُردو ادب کے ان چنیدہ ادیبوں کی صف میں شامل ہونے کی استعداد رکھتے ہیں جنھوں نے اس کا دامن وسیع کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے ایک نادر روزگار افسانہ نویس اور مزاح نگار کی حیثیت سے خود کو منوایا۔ کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ ساٹھ (۶۰) کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ آپ نے کالم نویس، صحافی، ڈرامہ نویس، ناول نویس، مزاح نگار، شاعر اور خاکہ نویس کی حیثیت سے بھی شہرت پائی۔ فروری ۱۹۰۴ء میں اتر پردیش بھارت میں پیدا ہوئے۔ ۴ر مئی ۱۹۶۳ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔

۱۸- میجر سید ضمیر جعفری (۱۹۱۶ء-۱۹۹۹ء) منگلہ، ضلع جہلم کے گاؤں چک عبدالخالق میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول جہلم سے حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا اور فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ دوسری جنگ عظیم اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں شریک ہوئے۔ نثر کے علاوہ شاعری میں بھی مقبولیت حاصل کی۔ آپ کے اہم شعری مجموعے درج ذیل ہیں:''کارزار''،''جزیروں کے گیت''،''لہو ترنگ''،''ارمغان ضمیر''،''مافی الضمیر''،''میرے پیار کی سرزمین''،''من کے تار''،''مسدس بدحالی''،''زبورِ وطن''۔

۱۹- اُردو ادب کے معروف مزاح نگار و افسانہ نگار جنرل شفیق الرحمٰن (۱۹۲۰ء-۲۰۰۰ء) مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر روہتک کے قصبے کلانور میں پیدا ہوئے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کرنے کے بعد انڈین آرمی میڈیکل سروس میں بھرتی ہوئی اور بعد ازاں پاکستان آرمی کا حصہ بھی رہے۔ ۱۹/مارچ ۲۰۰۰ء کو اسلام آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ نے''کرنیں''،''شگوفے''،''لہریں''،''مدوجزر''،''پرواز''،''پچھتاوے''،''حماقتیں''،''مزید حماقتیں''،''انسانی تماشا''،''دجلہ'' اور''دریچے'' جیسی تخلیقات سے اپنی ادبی حیثیت کو منوایا۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء تک اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین رہے۔ آپ کی طربیہ نثر نہایت شستہ اور تازگی سے بھرپور ہے۔

۲۰- فرحت اللہ بیگ ۱۸۸۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد سینٹ اسٹیفنز کالج دہلی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ کا رجحان ادب کی طرف تھا۔ آپ نے ۱۹۰۷ء میں حیدر آباد دکن کا رُخ کیا اور محکمہ عدالت سے وابستگی کے دوران ہوم سیکرٹری کے عہدے تک ترقی پائی۔ ۱۹۴۷ء میں یہیں پر آپ نے وصال فرمایا۔ مرزا صاحب کا پہلا قلمی نام''مرزا الم نشرح'' ہے تاہم بعد ازاں آپ نے اپنے حقیقی نام پر اکتفا کر لیا۔ ان کے یادگار مضامین میں''نذیر احمد کی کہانی''،''پھول والوں کی سیر''، اور''دہلی کا یادگار مشاعرہ'' زیادہ شہرت یافتہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں''مضامین فرحت'' اور''میری شاعری'' اہم ہیں۔

۲۱- عظیم بیگ چغتائی (۱۹۲۸ء-۲۰۰۹ء) اُردو کے معروف مزاح نگار نے''مصورِ ظرافت'' کا خطاب حاصل کیا ہیں۔ آپ عصمت چغتائی کے بھائی تھے۔ عصمت چغتائی نے آپ کا خاکہ''دوزخی'' کے نام سے تحریر کیا۔''آدم خور''،''چغتائی کے افسانے''،''فل بوٹ''،''خانم''،''چینی کی انگوٹھی'' آپ کی معروف تصنیفات ہیں۔

۲۲- چراغ حسن حسرت اُردو ادب کے ممتاز شاعر، ادیب، صحافی ۱۹۰۴ء میں بارہ مولہ ضلع پونچھ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ''کولمبس''، ''کوچہ گرد''، ''سندباد'' قلمی ناموں کے ذریعے شہرت حاصل کی۔ ۲۶/جون ۱۹۵۵ء کو لاہور میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ انھوں نے ''دو ڈاکٹر''، ''مردم دیدہ''، ''کیلے کا چھلکا''، ''پربت کی بیٹی'' اور ''پنجاب کا جغرافیہ'' جیسی تخلیقات کے ذریعے اُردو ادب کا دامن وسیع کیا۔ آپ نے ''نئی دنیا''، ''امروز''، ''نوائے وقت''، ''انسان''، ''شیراز اور شہباز''، ''زمیندار'' میں بطور صحافی اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے خاص دوستوں میں پطرس بخاری، مجید ملک، مولانا صلاح الدین احمد، صوفی تبسم، تاثیر، عابد، فیض اور امتیاز علی تاج شامل ہیں۔

۲۳- ضمیر جعفری، سید، کتابی چہرے، راول پنڈی: نیرنگ خیال پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص: ۸۰

۲۴- محمد خاں، کرنل، دیباچہ: بجنگ آمد، مشمولہ: از سید ضمیر جعفری، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۱۹۶۶ء، ص: ۹

عساکر پاکستان کے نامور مزاح نگار بجنگ آمد جیسی قبول عام حاصل کرنے والی ادبی تخلیق کے خالق نے پطرس بخاری، جنرل شفیق الرحمٰن، مرزا عظیم بیگ چغتائی، ابن انشا، رشید احمد صدیقی، شوکت تھانوی اور مشتاق یوسفی جیسے قدآور ادیبوں کی صف میں اپنا نام لکھوایا۔ یہ کتاب اردو کے فکاہیہ ادب میں اک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جس سے آپ کو شہرت عام اور بقائے دوام نصیب ہوئی۔

۲۵- بجنگ آمد، ص: ۱۴۰

۲۶- وحید الرحمٰن، ڈاکٹر، خندہ سپاہ کا سالار: کرنل محمد خان، مشمولہ: بازیافت، لاہور: اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۴ء، ص: ۱۵۱

۲۷- بزم آرائیاں ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ مضامین اور کہانیاں، زیب داستاں کے لیے، انشائیے، عشقیانے، اور مصنف بیتی تین حصوں پر مشتمل پر مشتمل ہے۔ آپ کی یہ کتاب ''یہ نہ تھی ہماری قسمت''، ''کاربکاؤ ہے''، ''شرابی کبابی''، ''سفارش طلب''، ''پردیسی نال نہ لایے یاری''، ''قدر ایاز''، ''بیروت میں قائداعظم منزل''، ''خیالات پریشاں''، ''سوال و جواب''، ''عشق پر زور نہیں''، ''نہ خدا ہی ملا''، ''یہ بڑے لوگ''، ''ریٹائرمنٹ کا ذائقہ''، ''یوسف ثانی'' اور ''مصنف بیتی'' جیسے منفرد موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔

۲۸- انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: عزیز بک ڈپو، طبع دوم، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۸۷

۲۹- طاہرہ سرور، ڈاکٹر، عساکر پاکستان کی ادبی خدمات اُردو نثر میں، لاہور: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۳ء، ص: ۲۱۸

۳۰- انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح کی نصف صدی مشمولہ: صریر، ماہ نامہ، کراچی، ستمبر ۱۹۹۸ء، ص: ۱۴

۳۱- محمد خان، کرنل، پس ورق: بجنگ آمد، مشمولہ: بجنگ آمد، لاہور: غالب پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء، ص: ۴

۳۲- بزم آرائیاں، ص: ۶۷

۳۳- ایضاً، ص: ۳۷۔۱۳۶

۳۴- انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، سن ندارد، ص ۵۸۷۔

۳۵- کرنل محمد خان، بسلامت روی، راول پنڈی: مکتبہ جمال، ۱۹۸۱ء، ص: ۲۱

۳۶- وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور: مکتبہ عالیہ سنہ بحوالہ سخنہائے گفتنی ۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء، ص: ۳۶۷

☆......☆......☆